

## مغربی تہذیب: اسلام اور مسلمانوں کے لیے فتنہ اور چیلنج

مغربی تہذیب ہے کیا؟

انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے جب وہ سن شعور کو پہنچتا ہے تو اس کے سامنے یہ سوالات آکھڑے ہوتے ہیں کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اسے زندگی کیسے گزارنی چاہیے؟ اور انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اکیلا نہیں رہتا بلکہ مل جل کر، معاشرہ بنا کر رہتا ہے لہذا وہ یوں سوچتا ہے کہ اسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کن اصولوں کے مطابق گزارنی چاہیے؟ انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ انسان نے ان سوالوں کے جو جوابات دیے ہیں وہ بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں: ایک گروہ انسانی کا خیال ہے کہ اسے ایک بالاتر ہستی (اللہ) نے پیدا کیا ہے لہذا اسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اللہ کی ہدایت کے مطابق گزارنی چاہیے۔ انسانی سلوک (Behavior) دو چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے ایک فکر اور دوسرے عمل۔ چنانچہ یہ گروہ اپنی اصطلاح میں انسانی سوچ اور فکر سے متعلق الہی رہنمائی کو 'عقیدہ' اور انفرادی اور اجتماعی اعمال میں اللہ کی رہنمائی کو 'شریعت' کہتا ہے اور دونوں مل کر 'دین' کہلاتے ہیں۔ دوسرا انسانی گروہ وہ ہے جو یہ سوچتا ہے کہ انسان خود شعور و عقل اور بصری و سمعی صلاحیتیں رکھتا ہے لہذا انسانی عقل اور اس کا تجربہ و مشاہدہ اسے انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کی راہ بخشتا ہے۔ اس کی اصطلاح میں فکری پہلو 'ورلڈ ویو' اور انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا عمل 'تہذیب' کہلاتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ عقیدہ اور ورلڈ ویو دراصل ایک ہی چیز ہیں اور دونوں انسانی اعمال کی فکری بنیادوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور اسی طرح شریعت، دین اور تہذیب ایک ہی چیز ہیں کیونکہ دونوں انسان کے انفرادی و اجتماعی سلوک کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان میں فرق صرف تسمیات کا ہے۔ انسانی فکر و عمل کا منبع اگر وحی الہی ہو تو وہ عقیدہ و شریعت، دین کہلاتا ہے اور انسانی فکر و عمل کا منبع اگر خود انسانی عقل و شعور اور اس کا تجربہ و مشاہدہ ہو تو یہ 'ورلڈ ویو' اور 'تہذیب' کہلاتا ہے۔ اصطلاحات و تسمیات سے قطع نظر فنکشن دونوں کا ایک ہی ہے یعنی انسانی فکر و عمل کی رہنمائی۔

پہلا گروہ چونکہ اللہ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے لہذا اس کے رویے کو 'اسلام' اور خود اسے 'مسلم' کہا جاتا ہے اور جو لوگ اس طرز عمل کو نہیں مانتے ان کو 'غیر مسلم' (اللہ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے والا) اور 'کافر' (حق کا انکار کرنے والا) کہا جاتا ہے۔ ان دونوں گروہوں کے فکر و عمل میں تھوڑی بہت مشابہت ہو سکتی ہے لیکن اپنی اصل میں مختلف ہونے کی وجہ سے دونوں کے فکر و عمل میں اختلاف و تضاد نمایاں ہوتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم ان دونوں گروہوں کے طرز عمل اور نظام ہائے حیات کے اختلاف و تضاد کا تجزیہ کریں، مناسب محسوس ہوتا ہے کہ پہلے ہم ان کی فکر کا تقابلی مطالعہ کر لیں۔ پہلے گروہ کی عصر حاضر میں نمائندگی 'اسلام' اور 'مسلمان' کرتے ہیں اور دوسرے گروہ کی سب سے بڑی نمائندہ مغربی تہذیب اور اس کا ورلڈ ویو ہے۔

مسلم عقیدہ

مسلمانوں کے عقیدے کی اساس تین نکات ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔

توحید: یہ ہے کہ صرف ایک اللہ انسان اور اس کائنات کا خالق و مالک و معبود و پروردگار ہے، اسے زندگی اور موت دینے والا اور اس کے نفع و نقصان پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتا، سنتا اور سمجھتا ہے۔ رسالت: یہ ہے کہ انسان اللہ کا عبد ہے اور اللہ انسان کو یہ سکھانے کے لیے کہ وہ اس کی عبادت و اطاعت کی زندگی کیسے گزارے، خود انسانوں ہی میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے اسے براہ راست اپنی ہدایت سے نوازتا ہے اور لوگوں کے لیے بطور ماڈل اور نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ اسے دیکھ کر وہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ آخرت کا تصور یہ ہے کہ یہ دنیا عارضی اور دارالامتحان ہے۔ اس دنیا کے بعد ایک اور غیر فانی عالم ہوگا جس میں دنیا کی زندگی کے اچھے یا برے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ جنہوں نے دنیا کی زندگی اللہ کی عبادت و اطاعت میں گزاری ہوگی اللہ ان سے راضی ہوگا اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازے گا اور جنہوں نے دنیا کی زندگی اس کے برعکس گزاری ہوگی ان سے وہ ناراض ہوگا اور وہ سخت عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔

### مغربی تہذیب کی فکری اساسات :

چونکہ مغربی تہذیب آسمانی ہدایت پر یقین نہیں رکھتی اس لیے اس تہذیب کی فکری اساسات ان تحریکوں کی مرہون منت ہیں جو ان کے فلسفیوں اور دانشوروں نے ان کے معاشروں میں برپا کیں۔ اہل مغرب اپنی تہذیب کے بنیادی افکار یا اپنے اس دین کے عقائد (اگرچہ یہ تہذیب اپنے لیے دین یا مذہب کا لفظ استعمال نہیں کرتی کیونکہ ان لوگوں نے بڑی جدوجہد سے پوپ گردی سے نجات پائی تھی جو دین آسمانی کے نام پر ان کا صدیوں سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحصال کر رہے تھے؛ اور مذہب کے ساتھ آسمانی ہدایت کا تصور چسپاں ہے جب کہ وہ اس کے منکر تھے) کی جگہ ورلڈ ویو کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس میں اپنے تصور انسان، تصور کائنات اور تصور الہ کو زیر بحث لاتے ہیں۔ ان افکار کا اگر ہم مطالعہ کریں تو انہیں اسلامی عقائد کے برعکس اور ان سے متضاد پاتے ہیں لیکن بد قسمتی سے مسلم معاشروں میں مطالعہ مغرب کی روایت جڑ نہیں پکڑ سکی اور ہماری یونیورسٹیوں اور دینی مدارس میں اس کی تدریس کا کوئی انتظام نہیں اور نہ ہمارے تحقیقی اداروں میں مغربی علوم و سٹریٹجیز کے تجزیے و تحقیق کا کوئی اہتمام ہے (ہماری ذہنی غلامی، نالائقی اور بے حسی کے علاوہ ممکن ہے اس کے پیچھے مغرب کی خواہش اور سازش بھی کار فرما ہو) جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارے عالم اسلام میں ایک بھی 'مرکز برائے مطالعہ مغرب' موجود نہیں۔ بہر حال، ہم یہ کہنا چاہتے تھے کہ مغربی تہذیب کے بنیادی افکار، جنہوں نے اس تہذیب کی تشکیل و صورت گیری کی ہے، ان کے تین بڑے منابع و مصادر ہیں: ایک مغرب کے بڑے مفکرین و دانشوروں کے حالات و افکار کا مطالعہ جیسے بیکن، کانٹ، نٹش، ہیگل، روسو، ڈارون، فرائیڈ وغیرہ۔ دوسرے مغرب کی اہم فکری تحریکوں کا مطالعہ جیسے تحریک نشاۃ ثانیہ (Renaissance)، تحریک اصلاح مذہب (Reformation)، تحریک تنویر یا تحریک روشن خیالی (Enlightenment)، تحریک جدیدیت (Modernity) اور تحریک پس جدیدیت (Post-Modernity) وغیرہ۔ تیسرے مذکورہ فلاسفہ، دانشوروں اور فکری تحریکوں کے پیدا

کردہ اہم نظریات جیسے ہیومنزم (Humanism)، سیکولرزم (Secularism)، کیپٹل ازم (Capitalism) سائنسزم (Scientism)، لبرلزم (Liberalism)، میٹرل ازم (Materialism) وغیرہ۔ مغربی زبانوں، خصوصاً انگریزی میں، مغربی تہذیب کے ان مصادر پر بلاشبہ کروڑوں کتابیں، لاکھوں جرائد، ہزاروں ویب سائٹس اور سیکڑوں انسائیکلوپیڈیا موجود ہیں۔ معلومات کے اس سمندر سے چند مچھلیاں پکڑنا کارے دارد ہے۔ ہم نے قارئین کی سہولت کے لیے اپنی کتاب ’اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش‘ میں مطالعہ مغرب کے لیے انگریزی اور اردو کتابیات کی ایک فہرست مہیا کی ہے جس میں غیر مسلم اور مسلم مفکرین کی اہم کتابیں شامل ہیں۔ البرہان نے بھی اپنی زندگی کے پہلے چار سالوں (۲۰۱۰ء تا ۲۰۱۲ء) میں اس موضوع پر وقیع مضامین شائع کیے ہیں۔ یہاں ہم اختصار کی خاطر مغربی تہذیب کے فکری منابع میں سے اس کے چند اہم نظریات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کریں گے:

ہیومنزم: جس کا ترجمہ ’انسان پرستی‘ کیا جاسکتا ہے، کا آغاز سولہویں صدی میں تحریک نشاۃ ثانیہ سے ہوا جس کی ابتداء احیائے علوم قدیمہ (فاسدہ یونانیہ و رومیہ) اور اس تصور سے ہوئی کہ انسان اس کائنات میں مرکزی اور اہم ترین حیثیت رکھتا ہے اور جس کی انتہا اس پر ہوئی کہ بقول نیٹشے، خدا مرچکا ہے،<sup>(۱)</sup> اور بقول سارتر ’خدا ایک عفریت ہے جسے ہم زندہ نہیں ہونے دیں گے کیونکہ ہم نے انسان کی مکمل آزادی اور خود مختاری کا ہدف بڑی مشکلوں سے حاصل کیا ہے‘<sup>(۲)</sup>۔ یوں ہیومنزم نے خدا کی بجائے انسان کو اپنا خدا خود بنا دیا ہے اور اسے خود مختار ہی نہیں بلکہ مختار مطلق بنا کر دم لیا ہے۔

لبرلزم اسی ہیومنزم کی پیداوار ہے کہ انسان آزاد اور خود مختار ہے جو چاہے سوچے، جس خیال کا چاہے اظہار کرے (خدا، پیغمبروں اور مقدس کتابوں کی توہین کا حق، فحاشی، عریانی اور بے دینی پھیلانے کا حق)، وہ سیاسی معنوں میں حاکم اعلیٰ (Sovereign) ہے لہذا عوام جس کو چاہیں اپنا نمائندہ بنائیں اور جو قانون اس کے نمائندے چاہیں بنائیں (چنانچہ مغرب کی پارلیمنٹیں شراب نوشی، جوئے، زنا، ہم جنسی وغیرہ کو حلال اور قانونی قرار دے چکی ہیں) معاشرتی لحاظ سے جو چاہیں پہنیں اور جو چاہیں اتار دیں، جس کے ساتھ چاہیں نکاح کیے بغیر زندگی گزاریں، حرام کے بچے پیدا کریں اور۔۔۔ اور)

سیکولرزم: ہیومنزم جس معاشرے میں ابھرا بہر حال وہ ایک روایتی عیسائی معاشرہ تھا چنانچہ ہیومنزم سے خدا، وحی اور مذہب کی جو نفی ہوتی تھی اس نے معاشرے میں ارتعاش پیدا کیا تو سیکولرزم کا نظریہ سامنے لایا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی نے اللہ اور مذہب کو ماننا ہے وہ اپنی ذاتی زندگی میں مان لے لیکن معاشرے اور ریاست کی اجتماعی زندگی میں بہر حال خدا اور مذہب کا کوئی کردار تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح خدا اور مذہب کو ذاتی زندگی کے ایک

<sup>1</sup> - Frederick Nietzsche. The Gay Science, trans.&ed. Walter Kaufmann, [New York: Vintage, 1974] part III, sec. 125 (The Mad (Man), 181

<sup>2</sup> - Jean Paul Sartre, Existentialism as Humanism, P.284 (Tr.Philip Mairet) Routledge, London, 1997

محدود دائرے میں دھکیل کر غیر موثر کر دیا گیا اور معاشرے و ریاست کی اجتماعی زندگی کے سارے شعبوں میں انسانی خدائی کا ڈنکا بجا دیا گیا<sup>(1)</sup>

اگرچہ سیکولرزم بظاہر خدا اور مذہب کا انکار نہیں کرتا لیکن مسلمان ادیب اور دانشور اس لیے اس کا ترجمہ 'لادینیت' کرتے ہیں کہ جب انسان نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ خدا کا اختیار کہاں تسلیم کرے اور کہاں تسلیم نہ کرے تو دین کہاں رہا؟ کیونکہ اسلام تو نام ہی اللہ ہی کی غیر مشروط اطاعت کا ہے اور جب اللہ کی اطاعت ہی انسانی مرضی سے مشروط ہوگئی تو کہاں کا دین اور کہاں کا اسلام؟

کیپٹل ازم: کا ترجمہ اردو میں نظام سرمایہ داری سے کیا جاتا ہے اور اسے بالعموم ایک معاشی نظام سمجھا جاتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض ایک معاشی نظام نہیں بلکہ ایک پورا نظام فکر اور نظام زندگی ہے۔ اس نظریے کی رو سے دنیا ہی سب کچھ ہے۔ یہی خدا ہے اور یہی معیار حق اور معیار عزت ہے۔ اسی کے لیے انسان کو ساری تگ و دو کرنی چاہیے۔ حب دنیا، حب جاہ و مال اور ہر قیمت پر جمع مال کی حرص و ہوس اس نظریے کا لازمی نتیجہ ہے۔ یہاں تک کہ کیپٹل ازم تقاضا کرتا ہے کہ حکومت کو بھی اس کے افعال میں مداخلت کا حق نہیں بس پیسہ آنا چاہیے، جہاں سے بھی آئے، جیسے بھی آئے۔ نہ حلال کی طلب، نہ حرام کا فرق۔ سود حلال، سٹہ جائز اور معیار زندگی ہر قیمت پر بلند ہونا چاہیے۔ راتوں رات امیر بننے کی خواہش بری ہے اور نہ دوسروں کو دھکا دے کر، گرا کر، آگے بڑھنا مذموم ہے۔ بس دنیا کی سہولتیں، آسائشیں، کار کوٹھی، بنک بیلنس۔۔۔ یہی زندگی میں مطلوب ہے اور اسی کی قدر و وقعت ہے۔ نہ اس میں آخرت کی ترجیح کی کوئی صورت ہے اور نہ اخلاقی اصول و ضوابط کی اور نہ الہی ہدایت کی۔ میٹرلزم یا مادہ پرستی بھی اسی نظام سرمایہ داری کا شاخسانہ ہے<sup>(2)</sup>

سائنٹسزم: سائنٹسزم یا ایمپیریسزم کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان خود مختار ہے تو اپنی عقل استعمال کر کے وہ اپنے سارے مسائل خود حل کر سکتا ہے۔ اسے خدا، وحی اور مذہب کی رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو تجربے اور مشاہدے کے نتیجے میں حاصل ہو کیونکہ لیبارٹری میں اس کو دہرا کر اس کے نتائج کا تجربہ کیا جاسکتا ہے اور اسے صحیح یا غلط ثابت کیا جاسکتا ہے جب کہ مذہبی عقائد تو خدا کے جبر کی وجہ سے ماننے پڑتے ہیں۔ اسی لیے انہیں Dogma کہا جاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اس نظریہ نے سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا اور سائنسی منہاج علم کو مذہبی اور عمرانی علوم کے شعبوں پر بھی حاوی کر دیا<sup>(3)</sup>

مسلمان بجا طور پر اس نظریے کو انکار وحی کے مترادف مانتے ہیں کیونکہ یہ منہاج وحی کی صداقت کو بھی اپنے ترازو میں تولتا اور اسے رد کرتا ہے اور الہی ہدایت کی برتری کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ مغرب کے فلسفہ تعلیم

<sup>1</sup> - John Summerville, The Secularization of Early Modern England, Oxford, 1992, p.8 Encyclopaedia of Religion and Ethics, s.v. Secularism, vol. II, p-347

<sup>2</sup> - B. Russell, sHistory of Western Philosophy, George Allen and Unwin, London, 1967, p-23.

<sup>3</sup> . Hume, David, An Enquiry Concerning the Principle of Morals London, 1939, p-289.

(Epistemology) پر اس نظریے نے خاطر خواہ اثرات ڈالے ہیں اور سائنسی منہاج کو علم حقیقی کا منبع قرار دے کر اس نے مذہب اور عمرانی علم پر بھی اسے غالب کر دیا ہے۔

مغرب کا ورلڈ ویو: ان افکار سے مغربی تہذیب کے علم برداروں کا ورلڈ ویو واضح ہو جاتا ہے ان کے نزدیک تصور انسان یہ ہے کہ انسان خود مختار بلکہ مختار مطلق ہے، وہ اپنے بارے میں اور اپنی اجتماعی زندگی کے بارے میں جو فیصلے چاہے کر سکتا ہے گویا وہ اپنا خدا خود ہے اور کسی خدا کا عبد نہیں ہے۔ ان کا تصور الہ اور مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ذاتی زندگی میں خدا کو ماننا چاہتا ہے تو مان لے لیکن اجتماعی زندگی میں اس خدا کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی اور یہاں عوام کی رائے ہی فیصلہ کن ہوگی۔ گویا یہ فیصلہ کرنا فرد (یعنی عوام) کی اتھارٹی ہے کہ وہ خدا کی کون سی بات مانے اور کون سی نہ مانے۔ اسی طرح ان کا تصور کائنات یہ ہے کہ زندگی بس اس دنیا ہی کی زندگی ہے، یہی اہم ہے اور یہی ہماری تگ و تاز کا ہدف ہونی چاہیے۔ اسی کی بہتری اور یہاں سہولتوں اور آسائشوں کا حصول ہی ہماری ساری کوششوں کا مرکز ہونا چاہیے، رہی آخرت تو وہ کس نے دیکھی ہے۔ اسی طرح یہ تہذیب وحی اور آسمانی ہدایت کے منبع علم ہونے کا انکار کرتی ہے۔ اس کے نزدیک حق اور حقیقی علم صرف وہ ہے جو انسانی عقل اور تجربہ و مشاہدہ کی پیداوار ہو اور جس کے صحیح ہونے کا ثبوت معمل (لیبارٹری) میں دیا جاسکتا ہو۔

اس ورلڈ ویو کا خلاصہ یہ ہے: خدا اور اس کی کبریائی کا انکار، انسان کا خدا کا عبد نہ ہونا بلکہ اپنے فیصلے کرنے میں خود مختار ہونا۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اسے آخرت پر ترجیح دینا۔ رسالت، وحی اور الہی ہدایت کا انکار اور عقل و حواس سے حاصل ہونے والے علم کو حتمی معیار سمجھنا۔

### مغربی تہذیب : ایک نظامِ حیات

ان افکار نے عملی زندگی میں جن اجتماعی اداروں اور رویوں کو جنم دیا ہے ان میں سے چند اہم یہ ہیں: معاشرت: فرد کی لامحدود آزادی۔ عورت اور مرد کی مساوات، عورت کو حق نکاح اور حق طلاق بلکہ بغیر نکاح کے مرد کے ساتھ رہنے اور بچے پیدا کرنے کی آزادی۔ لباس کی آزادی کہ جو چاہے پہنے اور نہ چاہے تو نہ پہنے، ہم جنسیت کی آزادی، محرم اور جانوروں کے ساتھ بھی زنا کی آزادی۔ بزرگوں کی تکریم کا خاتمہ اور ان کی اولڈ ہومز میں رہائش۔ عورتوں کی بچے پیدا کرنے اور پالنے میں مزاحمت۔ خاندان کی ٹوٹ پھوٹ بلکہ خاتمہ۔

سیاست

حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty): فرد اور عوام حاکم اعلیٰ ہیں نہ کہ خدا اور اس کا قانون۔

جمہوریت: فرد چونکہ خود مختار ہے لہذا اس کے نمائندے بھی خود مختار ہیں اور پارلیمنٹ سب پر بالادست ہے۔ حلال و حرام کا فیصلہ خود کر سکتی ہے اور جو قانون چاہے بنا سکتی ہے۔ چنانچہ مغرب میں شراب نوشی، جوا، زنا، ہم جنسیت سب جائز اور قانونی ہیں۔ انسانوں کا بنایا ہوا آئین مقدس ہے۔

نیشنلزم: قومیت کی بنیاد نسل، زبان، رنگ اور خطے کا اشتراک ہے۔ وطن مقدس ہے اور معیار حق و باطل ہے۔ اسی کی خاطر جنگیں لڑی جاتی ہیں اور اس کے مفاد پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ عزت اور اخلاق بھی۔ معیشت: چونکہ دنیا ہی سب کچھ ہے لہذا ہر قیمت پر یہاں کی کامیابی اور خوشحالی مطلوب ہے لہذا حب دنیا اور حب جاہ و مال محمود ہے۔ سود لینے دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ لامحدود منافع اندوزی تجارت کا ہدف ہے یہاں تک کہ حکومت کو بھی اس میں مداخلت کی اجازت نہیں۔ معیار زندگی بلند کرنے کی دوڑ ضروری ہے اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش میں کوئی برائی نہیں۔

قانون: اپنے لیے قانون بنانا انسانوں کا حق ہے۔ خدا کے قانون کی کوئی حیثیت نہیں لہذا آئین مملکت اور قانون پارلیمنٹ بناتی ہے جسے چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

طوالت سے بچنے کی خاطر ہم ان چند شعبہ ہائے حیات کے مختصر ذکر پر کفایت کرتے ہیں۔

### مغربی تہذیب دین غیر اللہ ہے

مغربی تہذیب کے ان اساسی افکار سے واضح ہے کہ اس تہذیب کا ورلڈ ویو اسلامی عقائد سے متضاد ہے اور اس ورلڈ ویو کی بنیاد پر اجتماعی زندگی (یعنی معاشرت، معیشت، سیاست، قانون۔۔۔ وغیرہ کے شعبوں) میں جو ادارے مغربی تہذیب کے علمبردار ممالک نے بنائے ہیں، وہ اسلامی تعلیمات و احکام کے نفیض، مخالف اور ان سے متضاد ہیں۔ لہذا مسلمان مجبور ہیں کہ اسے دین غیر اللہ سمجھیں اور رد کریں کیونکہ انہیں یہی حکم دیا گیا ہے:

۱۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ (آل عمران، ۳: ۸۵) ”اور جو کوئی دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے دین کو ہرگز قبول نہ کرے گا اور وہ آخرت میں گھاٹے میں رہے گا۔“

۲۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اَمْسُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُوْنَ اَنْ يَّتَخَذُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء ۳: ۶۰)۔ ”تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔“

۳۔ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتِ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدٰى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَيَسْـَٔرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُكَذِبِيْنَ (النحل ۱۶: ۳۶) ”ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو، اس کے بعد ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ضلالت مسلط ہوگئی۔ پھر ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔“

۴۔ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔۔۔۔۔ هُمُ الظَّالِمُونَ۔۔۔۔۔ هُمُ الْفَاسِقُونَ (المائدہ ۵: ۴۴-۴۷) یعنی ”جو

لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر ہیں۔۔۔ وہی ظالم ہیں۔۔۔ وہی فاسق ہیں۔۔“

۵۔ فَاَقْمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الروم ۳۰: ۳۰) ”پس (اے نبی اور نبی کے پیروؤ) یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو اور قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی انسانی فطرت بدلی نہیں جاسکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“

۶۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِن كُنْتُمْ فِى شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَا اَعْبُدُ اللّٰهَ تَعْبُدُوْنَ مَنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ يَتَوَقَّعُ مِنْكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [10:104] وَ اَنْ اَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيفًا وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (يونس ۱۰: ۱۰۴، ۱۰۵) یعنی

”اے نبی، کہہ دو کہ ’لوگو! اگر تم ابھی تک میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمہاری موت ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور یکسو ہو کر اپنے آپ کو ٹھیک اس دین پر قائم کر دوں، اور ہر گز ہر گز مشرکوں میں سے نہ ہوں۔“

مغربی تہذیب کو رد کرنے کے مزید دلائل

اگرچہ مغربی تہذیب کو رد کرنے کے لیے ایک مسلمان کے لیے مندرجہ بالا بنیادی بات ہی کافی ہے کہ یہ کفر ہے، دین غیر اللہ ہے اور کسی مسلمان کے لیے بحالتِ ایمان یہ جائز نہیں کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر اس کی الحادی فکر کو مانے اور اس کی خلاف اسلام تعلیمات پر عمل کرے۔ تاہم اس کے علاوہ بھی کئی اور اسباب اور وجوہ ایسی ہیں جو تقاضا کرتی ہیں کہ مسلمان مغربی فکر و تہذیب کو رد کر دیں مثلاً:

## ۱۔ قرآن و سنت کی تعلیمات

جو قومیں اس الحادی مغربی فکر و تہذیب کی پیرو ہیں ان کی اکثریت یہود و نصاریٰ پر مشتمل ہے۔ یہ اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کریں یا نہ کریں، اس کے لیے شدید تعصب ضرور رکھتی ہیں اور مسلمانوں کو اپنا حریف اور دشمن سمجھ کر ان سے نفرت و انتقام کے جذبات ہمیشہ سے رکھتی رہی ہیں۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو ان سے دور رہنے اور ان کی سازشوں سے بچنے کی شدید تلقین کی ہے۔ اس ضمن میں چند آیات و

احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ ”وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مَلَّتَهُمْ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنْ أَتَيْتُمْ أَهْوََاءَ هُمُ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ نَالِكٌ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ“ (البقرہ ۱۲۰:۲) ”یہودی اور عیسائی اس وقت تک تم سے راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کا مذہب نہ اختیار کر لو۔ ان سے کہو کہ اللہ کی ہدایت ہی سچی ہدایت ہے اور اگر تم اللہ کی

طرف سے صحیح علم آجانے کے بعد بھی ان کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو اللہ کے مقابلے میں تمہارا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔“

۲۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِن أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تَشْعُرِيْ صُدُّوا عَنْكُمْ أَكْبَرُ قَدْ يَتَنَبَّأُكُمُ الْآلِيَتِ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ [3:118] هَآنَتُمْ أَوْلَاءَ تَحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَابِلَ مِنَ الْغِيْظِ قُلْ مُوتُوا يَعْلَمُكُمُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ [3:119] إِن تَتَمَسَّكُمُ حَسْبَةٌ تَسْؤُهُمْ وَ إِن تَصْبِرْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُونَهَا بِهَا وَ إِن تَصْبِرُوا وَ تَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ سَيِّئُهُمْ شَيْءًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ“ (آل عمران ۳:

۱۱۸-۱۲۰) ”اے ایمان والو غیر مسلموں کو (یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کو، کیونکہ سابقہ آیات میں انہی کا ذکر ہے) اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ تم مشکل میں پڑو۔ ان کی دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہے اور جو بغض تمہارے لیے ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ تم ان سے دوستی رکھتے ہو مگر وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے۔ جب وہ تم سے الگ ہو کر آپس میں ملتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ اگر تمہارے حالات اچھے ہوں تو انہیں رنج ہوتا ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی سازشیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔“

۳۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“ (المائدہ ۵: ۵۱) ”اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔ وہ (صرف) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

احادیث

۱۔ ’خالفوا اليهود والنصارى‘<sup>(۱)</sup> یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔ [یہ الفاظ آپ ﷺ نے بہت سارے احکام کے سلسلے میں بطور اصول ارشاد فرمائے]۔

۲۔ ’لا تستضيؤا بنار المشركين‘<sup>(۲)</sup> یعنی مشرکوں کی آگ سے آگ نہ جلاؤ [مطلب یہ کہ ان سے معاشرتی تعلقات نہ رکھو، ان کے قریب نہ رہو، ان کی محتاجی سے بچو]

۳۔ ’غیر المغضوب علیہم ولا الضالین‘ کی تفسیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں<sup>(۳)</sup> [گویا ہم مسلمانوں کو حکم ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اے اللہ ہمیں یہود و نصاریٰ کی پیروی سے بچا]

۲۔ اہل مغرب کا رویہ اسلام اور مسلمانوں سے عملاً دشمنی کا ہے

یہود و نصاریٰ میں اسلام و مسلم دشمنی کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ عہد نبوی میں یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ناکام کرنے کے لیے ہر طرح کی سازشیں کیں جن کے نتیجے میں وہ مدینہ سے نکالے گئے۔ اس کے باوجود وہ باز نہ آئے تو

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۱۵، ص ۲۶۴، ۲۶۵

۲۔ سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب لا تنقشوا علی خواتیمکم عربیاً

۳۔ سنن ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة فاتحة الكتاب



خیبر میں کچلے گئے۔ نصاریٰ کے حملوں کی ابتداء غزوہ تبوک و موتہ میں ہو گئی تھی۔ صحابہ کرام نے ان کا پھن کچلا لیکن یہ بس گھولتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۴۵۳ء میں جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو عیسائی رہنما پورے یورپ میں پھیل گئے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت و انتقام کے شعلے بلند کرنے شروع کیے۔ صلیبی جنگیں بھی اسی کا مظہر تھیں بلکہ مغربی تہذیب کی نشاۃ ثانیہ میں یہی جذبہ محرکہ کار فرما تھا جس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں جب اتحادیوں نے فتح پائی اور مشرق وسطیٰ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا تو عیسائی اتحادی کمانڈر نے دمشق میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی قبر کو ٹھڈے مارتے ہوئے کہا کہ اٹھو صلاح الدین! ہم آگئے ہیں۔

اور ہمارے عہد میں، ہماری آنکھوں دیکھتے اور کانوں سنتے جو کچھ ہوا (اس کا انکار کون کر سکتا ہے سوائے اس کے جس کی آنکھوں پر مغربی فکر و تہذیب کی فکری غلامی کی پٹی بندھی ہو اور جس کے کان حق بات سننے کی صلاحیت کھو چکے ہوں) کہ بش نے افغانستان پر حملے کے وقت کروسیڈ (یعنی صلیبی جنگ) کا لفظ استعمال کیا (اگرچہ منافقانہ سیاست کی وجہ سے اور مسلمانوں اور دنیا کو دھوکہ دینے کی غرض سے اسے مستقل دہرایا نہیں گیا)، عراق، لیبیا اور افغانستان کو فوجی قوت سے بہیمانہ کچل دیا جب کہ شام، پاکستان، یمن اور مالی پر حملے جاری ہیں۔ مغرب کے یہود و نصاریٰ نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ کسی مسلمان ملک میں دین دار عناصر کو برسرِ اقتدار نہیں آنے دینا اور کسی کو شریعت نافذ نہیں کرنے دینی اور اگر کہیں دین دار عناصر پر امن سیاسی جدوجہد میں کامیاب بھی ہو جائیں (جیسے الجزائر، فلسطین اور مصر میں ہوا) تو انہیں حکومت نہیں کرنے دینی۔

اس کے علاوہ مغرب میں جعلی قرآن تیار کر کے پھیلا دیا جا رہا ہے۔ قرآن کو دہشت گردی کا ذمہ دار قرار دے کر اعلان کر کے سرعام جلایا جاتا ہے۔ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ (فداہ ابی و امی) کے کارٹون بنائے جاتے ہیں، مستشرقین کی علمی تحریک کے ذریعے احادیث رسول ﷺ کو ناقابلِ اعتماد ثابت کیا جاتا ہے، مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے اور مغرب میں اسلام کی اشاعت کو روکنے کے لیے ۹/۱۱ کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے۔ مسلمان ملکوں میں بے دینی، بد اخلاقی، بے راہ روی، فحاشی، عریانی اور زنا کو مروج کرنے کے لیے ابلاغی یلغار کی جاتی ہے اور مسلمان میڈیا اس غرض سے استعمال کیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مغربی فکر و تہذیب کے علم برداروں کا رویہ کل بھی اسلام اور مسلم دشمنی کا تھا اور آج بھی اسلام اور مسلم دشمنی کا ہے۔ لہذا ان کی اور ان کی فکر و تہذیب کی حمایت کوئی مسلمان بحالت ایمان اور بحالت ہوش و حواس تو نہیں کر سکتا البتہ وہ شخص کر سکتا ہے جو بے حس، بے عقل اور دینی حمیت سے عاری ہو۔

۳۔ مغربی فکر و تہذیب: مسلمانوں کے زوال سے نکلنے میں سب سے بڑی رکاوٹ

مسلمانوں کے زوال کے اسباب کی دو قسمیں ہیں: ایک داخلی اور دوسرے خارجی۔ بلاشبہ داخلی اسباب اہم تر ہوتے ہیں لیکن خارجی اسباب کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کے زوال کے داخلی اسباب میں سے سب سے بڑا

سبب یہ ہے کہ اپنے نظریہ حیات (اسلام) سے ان کی وابستگی کمزور پڑ گئی جس کی وجہ سے ان میں وہ صلاحیتیں ناپید ہو گئیں جو آخرت میں متوقع کامیابی کے ساتھ دنیا میں ترقی اور کامرانی کے لیے ضروری ہیں۔ مسلمان جب اس حالت ضعف میں تھے اور ان کے قصر عظمت کی دیواریں ہل رہی تھیں تو مغربی قوتوں کا خارجی عنصر حرکت میں آیا اور اس نے اپنی سازشوں سے (مثلاً ترکوں اور عربوں کو لڑا کر اور ترک خلافت کو جنگ عظیم میں اپنے مخالف گروپ میں دھکیل کر اور۔۔۔) اس ہلتی دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا اور گھر پر ناجائز غاصبانہ قبضہ کر لیا۔

اہل مغرب سفاک، خود غرض اور بے رحم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عیار اور ذہین بھی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی صدیوں سے جمع شدہ دولت کی لوٹ کھسوٹ اور انہیں کچلنے اور غلام بنانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے برسوں امت مسلمہ کے غلبے کو برداشت کیا تھا اور اس کے اسباب پر غور کیا تھا لہذا اب انہوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے غلام رکھنے کی منصوبہ بندی کی اور مسلمانوں کو، خصوصاً ان کے حکمرانوں اور بالادست طبقات کو، اپنی فکری اور ذہنی غلامی میں مبتلا رکھنے کا سوچا۔ اس کے لیے انہوں نے مسلمانوں کے قائم کردہ اجتماعی زندگی کے سارے اداروں (معاشرت، معیشت، سیاست، تعلیم، قانون، عدلیہ۔۔۔ وغیرہ) کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کی جگہ اپنی فکرو تہذیب کے مطابق نئے ادارے تعمیر کیے۔ اس کے لیے انہوں نے خصوصاً تعلیم و تربیت کے ادارے کو استعمال کیا (اس حوالے سے لارڈ میکالے کی ۱۸۳۲ء کی تعلیمی رپورٹ ایک کلاسیکل دستاویز ہے) کیونکہ ذہن سازی اور تعمیر شخصیت میں تعلیم ہی سب سے بنیادی کردار ادا کرتی ہے چنانچہ وہ مسلمانوں کو ذہنی غلام بنانے میں کامیاب ہو گئے اور چونکہ نام نہاد آزادی کے بعد بھی انہوں نے مسلمان ملکوں میں اقتدار انہی قوتوں کے سپرد کیا اور اس کے تسلسل کا انتظام کیا جو اس کی فکر و تہذیب سے مرعوب اور اس کے شائق تھے لہذا انہوں نے اس فکری غلامی کو مسلمان نسلوں میں منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ جس کا ایک مظہر آج یہ ہے کہ وہ شخص جس نے تیس کی دہائی میں اپنے دلائل سے مغربی فکر و تہذیب کے پرچے اڑا دیئے (تنقیسات) اور اسلام پر اس کے اثرات کو رد کرتے ہوئے ’متکلم اسلام‘ کہلایا اور اس نے مغربی فکر و تہذیب کو اسلام کے مقابلے میں ’خالص جاہلیت‘ قرار دیا (پمفلٹ ’اسلام اور جاہلیت‘) آج اس کی اس قائم کردہ تحریک کا ایک رہنما ہم سے پوچھتا ہے کہ مغربی فکر و تہذیب کو غیر اسلامی قرار دے کر رد کرنے کے لیے تمہارے پاس دلیل کیا ہے؟

تو ہم عرض یہ کر رہے تھے کہ آج مسلمان جب زوال اور غلامی کے قعر ذلت سے نکلنا چاہتے ہیں اور اسلام کی عظمت گم گشتہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں تو اسلام کے حق میں جدوجہد کرنے والے عناصر کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ مغربی فکر و تہذیب اور اس کے علم بردار ممالک ہیں۔ انہوں نے اپنی فکر و تہذیب کی یونیورسلائزیشن اور گلوبلائزیشن کے لیے اور خصوصاً مسلمان معاشروں میں مغربی فکر و تہذیب کے اصول و اقدار کی ترویج کے لیے کروڑوں اربوں ڈالرز کا بجٹ مختص کر رکھا ہے۔ اس کے لیے وہ تعلیم، میڈیا، کلچر، ثقافت، ادب کے سارے پرامن

ذرائع، اپنے گماشتہ مسلم حکمرانوں کے ذریعے استعمال کرتے ہیں اور اگر ان میں ناکام ہو جائیں تو ننگی جارحیت پر آتے ہیں اور نفاذ اسلام کے خواہش مندوں کا تورا بورا بنا دیتے ہیں۔

### مسلمان علماء اور مفکرین کی آراء

سطور بالا میں مغربی فکر و تہذیب کے بارے میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اسے رد کر دینا چاہیے اور زوال کے دشت تیبہ سے باہر آنے کی جدوجہد میں مغربی فکر و تہذیب کے سراب کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اسلام کا آب حیات نوش کرنا چاہیے، یہ ہماری کوئی انفرادی رائے نہیں ہے بلکہ جمہور مسلمان علماء، دانشور اور مفکرین یہی کہتے ہیں۔

اخوان المسلمون کے محمد قطبؒ نے 'جاہلیۃ القرن العشرين' کے نام سے ایک پوری کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ امام حسن البنا اور سید قطبؒ مغرب کے خلاف تیغ براں تھے۔ ایران کے علی شریعتی اور امام خمینی مغربی تہذیب کے امام امریکہ کو 'شیطان بزرگ' کہتے تھے۔ ہمارے ہاں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسے خالص جاہلیت قرار دیا اور ان کی کتاب تنقیہات مغربی تہذیب پر ایک زور دار تنقید ہے۔ ہمارے طبقہ علماء میں سے حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے ساتھیوں اور تلامذہ نے انگریز کے خلاف باقاعدہ مسلح جدوجہد کی اور دیوبند کا تو خمیر ہی انگریز دشمنی سے اٹھا ہے، قاری طیب صاحب کی کتاب 'اسلام اور مغربی تہذیب' معروف ہے۔ اقبال نے اپنے اشعار میں مغربی فکر و تہذیب پر جو تنقید کی ہے وہ زبان زد عام ہے۔ اکبر الہ آبادی، علامہ مشرقی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا محمد علی جوہر، ابوالکلام آزاد، ظفر علی خاں، سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، آغا شورش کاشمیری، ڈاکٹر رفیع الدین، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، محمد حسن عسکری، مریم جمیلہ، ڈاکٹر مظہر الدین صدیقی، پروفیسر عبدالحمید صدیقی۔۔۔ غرض ہمارے علماء اور مفکرین کی ایک بڑی تعداد مغربی فکر و تہذیب کو خلاف اسلام اور بے دینی و الحاد کا منبع سمجھتی تھی ہم نے طوالت سے بچنے کی خاطر ان بزرگوں کی تحریروں کے اقتباسات دینے سے ہاتھ روکا ہے۔

کیا مغربی تہذیب سے کچھ استفادہ ممکن ہے؟

بعض لوگ ہمارے اس موقف پر اصرار سے کہ ہمیں مغربی فکر و تہذیب کو بہر حال اور بہر قیمت رد کر دینا چاہیے، پریشان ہو جاتے ہیں کہ کیا اس طرح کا 'کلی رد' ممکن ہے یا اسلام کا تقاضا ہے؟ ہم عموماً 'کلی رد' کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے اور اس کی بجائے 'اصولی طور پر رد کر دیا جائے' جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن و سنت کی نصوص کے ناقابل تغیر ہونے کے باوجود کوئی تہذیب ہوا بند کمرے میں پروان نہیں چڑھتی اور نہ ایک غیر اسلامی تہذیب سو فیصد غیر اسلامی ہوتی ہے کیونکہ ہر تہذیب پہلے سے آنے والے علم و عرفان اور رسوم و رواج کی وارث ہوتی ہے لہذا مغربی تہذیب میں بھی ایسے عناصر ہو سکتے ہیں جو وحی کی تعلیمات کے تسلسل اور پکی کچی اور بگڑی ہوئی صورت ہوں۔ یا اگر یہ تہذیب عقل کی پرستش کرتی ہے تو ضروری نہیں کہ عقل پر مبنی ہر بات

اور رویہ خلاف وحی ہو۔ اسی طرح اس تہذیب کے بعض تجربات ایسے ہو سکتے ہیں جو انسانی سطح پر دوسروں کے لیے بھی مفید ہوں۔ ہم ان تمام امکانات کا انکار نہیں کرتے اور نہ ان سے استفادے کو حرام سمجھتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں عرض کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس وقت جس ایقان کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم مغرب کی موجودہ بالادست فکر و تہذیب کے مقابلے میں اس سے مختلف اور اس سے متضاد ایک نظام حیات کے علم بردار ہیں۔ ہماری بقاء اور استحکام، ہماری ترقی اور کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ ہم اپنے نظریہ حیات سے جڑ جائیں کہ یہی ہماری طاقت کا واحد منبع ہے اور یہ کہ مغربی تہذیب داء (بیماری) ہے دوا نہیں۔ اس کی پیروی ہماری ذلت و کمبخت کو اور بڑھا دے گی اور ہمیں زوال میں مزید دھنسا دے گی لہذا ہمیں کسی قیمت پر اس فکر و تہذیب کی پیروی نہیں کرنی۔ جب اس اصول پر امت مسلمہ اور اس کے سرکردہ طبقات مطمئن ہو جائیں، اس کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو شروع کر دیں تو بے شک مغربی فکر و تہذیب سے کچھ محتاط استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے اور اس کی بعض چیزوں کو لے کر اپنے رنگ میں ڈھال کر استعمال میں لاجاسکتا ہے۔

لیکن اگر آپ اس وقت جب کہ آپ تعمیر کے ابتدائی مرحلے میں ہیں، آپ اس استثناء سے اپنے نفس کو فریب دے کر اسے مغربی تہذیب کی پیروی کا بہانہ بنانا چاہیں تو ہم اس کی حمایت کیسے کر سکتے ہیں؟ نفس انسانی، متابعت شیطان میں، بہت حیلہ جو ہے اور وہ بدو کے روایتی اونٹ کی طرح جلد پورے خیمے پر قبضہ کر لیتا ہے۔ لہذا اصولی بات یہی ہے کہ پہلے اپنے ذہن و قلب کو اس پر مطمئن کیجیے اور عملاً اسے زندگی کا لائحہ عمل بنائیے کہ ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی اسلام سے عملی وابستگی میں ہے، مغربی تہذیب کی پیروی میں نہیں۔ پہلے اپنے قصر زندگی کی بنیادیں اسلام پر اٹھائیے اور جب مضبوط عمارت تعمیر ہو جائے تو رنگ و روغن کے وقت کچھ مسالا مغرب سے بھی لے لیجیے۔ یہ ہمیں گوارا ہوگا لیکن اگر آپ بنیادیں ہی مغربی تہذیب پر اٹھائیں اور اپنے تین سال کے بچے کی تعلیم کی ابتداء ٹوٹل ٹوٹل لٹل سٹار سے کریں تو اس کی حمایت کون صاحب عقل کر سکتا ہے؟